رسائل و مسائل

خلافت کے لیے قریشیت کی شرط

سوال: اسلام تمام دنیا کو پیغام دیتا ہے کہ سب انسان بحیثیت انسان ہونے کے برابر ہیں، گورے کو کالے پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، اسلام کے حرم میں داخل ہوتے ہی سب اونچ نیچ برابر ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی فرق رہتا ہے تو وہ بس اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کے اصول پر رہتا ہے۔ پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہے جس کا مفہوم کچھ اس کے قریب ہے کہ خلافت قریش میں رہنی چاہیے۔ یہ صحیح ہے تو پھر ہٹلر ہی نے کیا برا کیا اگر اپنی قوم کو تمام دنیا کی قوموں پر فائق اور سرداری کا حق دار ٹھیرایا؟ اور پھر اگر ایک قریشی کے لیے یہ حق ہے کہ قریش کو نہ صرف عجم پر بلکہ خود اہل عرب پر بھی فوقیت دے تو آخر مغربی اقوام ہی دوسری قوموں کو کم تر ٹھیرانے میں کیوں حق بجانب نہیں؟ اسلام کی اس دعوت کو حدیث کی اس روایت کے ساتھ کیونکر منطبق کیا جا سکتا ہے؟

جواب: بسا اوقات آدمی ایک خاص دور میں خاص موقع و محل پر ایک بات کہتا ہے جو اپنی جگہ بالکل صحیح ہوتی ہے، لیکن جب وہی بات اپنے محل سے الگ کر کے نقل کی جاتی ہے تو اس کی شکل کچھ اور ہی بن جاتی ہے اور اس سے ایسے معنی نکل آتے ہیں جو خود قائل کے منشا کے بالکل خلاف ہوتے ہیں۔ ایسا ہی معاملہ اُس معنی کی احادیث کے ساتھ بھی پیش آیا ہے جس کا آپ نے ذکر کیا ہے، حتیٰ کہ اسی غلط فہمی میں پڑ کر فقہائے اسلام کے ایک بڑے گروہ نے خلافت کے لیے منجملہ اور شرائط کے قریشیت کو بھی ایک قانونی شرط قرار دے لیا۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا کچھ اور تھا۔

اصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم ایک طرف اسلام کے اصولوں کی دعوت و تبلیغ بالکل بے لاگ طریقہ سے فرماتے تھے تو دوسری طرف ایک بالغ النظر مدبر کی حیثیت سے وقت اور سوسائٹی اور ماحول کے واقعی حالات پر بھی گہری نگاہ رکھتے تھے اور ایسی تدابیر عمل میں لانے سے پرہیز فرماتے تھے جو چاہے اصولاً اپنی جگہ صحیح ہوں مگر واقعی حالات کا لحاظ کیے بغیر ان کو عملی جامہ پہنا دینے سے عظیم تر فتنہ رونما ہونے کا اندیشہ ہو۔ آپ نے اُس وقت کے عرب کے حالات کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھا تھا، اور بالکل ٹھیک سمجھا تھا کہ قریش کا قبیلہ اپنے مردان کار کی قابلیت اور اپنے اُن اثرات کی بنا پر جو اسے صدیوں سے ملک میں حاصل تھے، اتنا طاقت ور قبیلہ ہے کہ اگر اس کی موجودگی میں آپ کے بعد کسی غیر قریشی کو امیر بنا دیا گیا تو وہ کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اسلام کی جمہوری روح آپ نے لوگوں میں پھونک دی تھی اس کی بنا پر عین ممکن تھا کہ مسلمان اس روح کا مظاہرہ کرنے کے لیے آپ کے بعد کسی آزاد کردہ غلام کو خلیفہ بنا لیتے، یا کسی بے اثر قبیلہ کے شخص کو منتخب کر لیتے۔ لیکن اس وقت ملک کا اجتماعی نظام عملاً جس طرح کا تھا اس کو دیکھتے ہوئے یہ نہایت غلط تدبیر ہوتی۔ اسی وجہ سے آپ نے لوگوں کو سمجھا دیا کہ آپ کا جانشین کوئی قریشی ہونا چاہیے۔

حضورؐ کا یہ اندازہ اس قدر صحیح تھا کہ تاریخ آپ کے بعد صدیوں تک اس کی صحت کا ثبوت دیتی رہی ہے۔ قریش کے قبیلے کی زبردست مردم خیزی کا حال یہ تھا کہ خلافت راشدہ کے دور میں چاروں خلیفہ اسی نے فراہم کیے اور معلوم ہے کہ ان چاروں کی ٹکر کا کوئی آدمی فی الواقع اس وقت عرب میں نہ تھا۔ پھر اسی قبیلے نے عظیم الشان اموی سلطنت قائم کی۔ اسی نے عباسی سلطنت کو جنم دیا۔ اسی نے اسپین میں ایک زبردست حکومت کھڑی کر دی۔ اور اسی نے مصر میں دولت فاطمیہ کی تاسیس کی۔ ایسی زبردست قابلیتوں اور اثرات کے مالک قبیلہ کی موجودگی میں اگر عملی سیاست کو نظر انداز کر کے محض نظری سیاست کا مظاہرہ کیا جاتا تو نتیجہ خلافت کی ناکامی کی صورت میں نکلتا۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا وہ قانونی حیثیت سے نہ تھا کہ از روئے شرع خلیفہ کو قریشی ہونا چاہیے اور غیر قریشی کو خلافت کا حق ہی نہیں ہے، بلکہ وہ عملی سیاست کے لحاظ سے ایک ہدایت تھی۔ اور

ساتھ ہی آپ نے یہ پیشنگوئی بھی کر دی تھی کہ جب تک قریش اپنے اخلاق بلند رکھیں گے اور فی الجملہ دین کی علمبرداری کرتے رہیں گے اور ان میں دو آدمی بھی مردان کار پائے جائیں گے ریاست انہی کو حاصل رہے گی۔

یہ جو کچھ عرض کر رہا ہوں، احادیث کے تتبع سے اس کی پوری وضاحت ہو سکتی ہے۔

مسند احمد میں عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا قریش قادۃ الناس، "قریش اہل عرب کے لیڈر ہیں"۔ بیہقی میں حضرت علی کی روایت اس معنی پر مزید روشنی ڈالتی ہے۔ اس میں حضور صلعم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ کان ھذا الامر فی حمیر فنزعہ اللہ منھم وجعلہ فی قریش "پہلے عرب کی سرداری حمیر والوں کو حاصل تھی، پھر اللہ نے ان سے چھین کر قریش کو دیدی"۔ دوسری روایات میں اس مضمون کی اور زیادہ تشریح ملتی ہے۔ مثلاً الناس تبع لقریش فی الخیر والشر، "بھلائی ہو یا برائی، دونوں راستوں میں اہل عرب قریش ہی کے پیچھے چلتے ہیں"۔ برالناس تبع لبرھم وفاجرھم تبع لفاجرھم۔ "اچھے لوگ قریش کے اچھوں کی اور بدکار لوگ قریش کے بدکاروں کی پیروی کرتے ہیں"۔ الناس تبع لقریش فی ھذا الشان، مسلمھم لمسلمھم وکافرھم لکافرھم۔ "اہل عرب سرداری قریش ہی کی مانتے ہیں، مسلمان قریش کے مسلمانوں کی پیروی کرتے ہیں اور کافر قریش کے کافروں کی"۔ اسی مضمون کو حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنی سقیفہ بنی ساعدہ والی تقریر میں بیان فرمایا تھا کہ فاما العرب فلن تعرف ھذا الامر الا لھذا الحی من قریش۔ "اہل عرب تو قبیلہ قریش کے سوا کسی اور کی سرداری سے آشنا ہی نہیں ہیں"۔ یہ سب کچھ بیان واقعہ ہے۔ جو کچھ اس وقت عرب کے واقعی حالات تھے اور صدیوں کی تاریخ نے جو حقیقی صورت حال پیدا کر دی تھی، وہی ان روایات میں بیان کر دی گئی ہے۔ ان میں کہیں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ معنی نکلتے ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ قریش سردار ہوں۔ بلکہ اس واقعہ کو بطور ایک واقعہ کے بیان کیا گیا ہے کہ قریش ملک کے سردار ہیں۔ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بہت پہلے وجود میں آچکا تھا، ساری قوم کے نفسیات پر یہی لوگ چھائے ہوئے تھے۔ زندگی کے ہر پہلو میں

یہ آگے تھے اور قوم ان کے پیچھے چلتی تھی۔ پھر جب کہ کفر کی طرح اسلام میں بھی یہی پیش پیش رہے اور انہی کے اثر سے اہل عرب نے اس دین کو قبول کیا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ ان کی اس واقعی اور تاریخی سرداری کے خلاف جنگ کرنے اور اسے بدلنے کی کوشش میں خواہ مخواہ قوت ضائع کی جاتی۔ اس بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو ہدایت فرمائی کہ اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہوئے زمانۂ اسلام میں بھی قریش کو سرداری کے مرتبہ پر قائم رہنے دو۔ قدموا قریشا ولا تقدموھا "قریش کو آگے رکھو، ان کے مقابلہ میں آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو"۔

پھر آپ نے متعدد مواقع پر اس بات کی بھی صراحت فرما دی کہ قریش اس مرتبہ پر اس وقت تک سرفراز رہیں گے جب تک ان میں سرداری کی صلاحیت رہے گی اور جب تک وہ اس دین کو قائم رکھیں گے:

ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم احد الا کبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا الدین	یہ سرداری قریش میں باقی رہے گی، اور جو ان کا مقابلہ کرے گا اللہ اس کو منہ کے بل گرا دیگا جب تک وہ اس دین کو قائم کرتے رہیں۔
الائمۃ من قریش ما اذا حکموا فعدلوا و وعدوا فوفوا واسترحموا	سردار قریش ہی میں سے ہوتے رہیں گے جب تک وہ اپنے حکم میں انصاف اور اپنے وعدوں کو وفا اور خلق اللہ پر رحم کرتے رہیں گے۔
لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان	یہ سرداری قریش میں رہے گی جب تک ان میں دو مرد ان کا بھی باقی رہیں گے۔

ان ارشادات میں صریح طور پر یہ بات متضمن ہے کہ جب قریش اپنی اس اہلیت کو کھو دیں گے تو سرداری ان سے نکل جائے گی اور غیر قرشی بلکہ غیر اہل عرب تک سردار و پیشوا بن جائیں گے۔ اگر اسلامی شریعت میں از روئے ضابطہ خلافت صرف قریش ہی کا حق ہوتی اور غیر قرشی کو کسی صورت میں یہ حق پہنچتا ہی نہیں تو یہ بات آخر کیسے کہی جا سکتی تھی۔

حضرت علی کی امیدواری خلافت؟

سوال: جماعت اسلامی کے ارکان بالعموم موجودہ زمانہ کے جمہوری طریقوں پر جو تنقیدیں کرتے